قسط سوم:-

جمیل الزّہاوی، عراق کا نامور شاعر

جناب مولوی محمود الحسن صاحب ندوی ایم۔ اے علیگ، ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی

—— گذشتہ سے پیوستہ ——

زہاوی کی شاعری کا ایک بڑا حصہ اجتماعی زندگی کے وسیع مسائل سے تعلق رکھتا ہے، جس بگڑے نظامِ سیاست کے اندر عراقی سماج جکڑا تھا اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ زندگی کے ہر میدان میں انحطاط پیدا ہوگیا تھا، معاشی افلاس، تعلیمی پستی، بھوکوں اور ننگوں کی کثرت، توہم پرستی کا غیر معمولی اقتدار، رسوم جاہلانہ عقائد کی سخت ترین گرفت، جہالت کی عام فراوانی، سیاسی شعور کا فقدان، اخلاقی اقدار کی ناقدری، انسانیت دوستی اور رحم و مروت کی کمی، سب سے زیادہ خطرناک تقدیر پرستی اور بے عملی پوری سماجی زندگی کے رگ و پے میں سرایت کرگئی تھی، اس صورت حال پر زہاوی جیسا انقلابی شاعر کیسے خاموش رہ سکتا تھا۔ اس نے بہت سی سماجی بیماریوں کی نشاندہی کی اور متعدد واقعات کو محاکاتی انداز میں پیش کرکے لوگوں کو جگانا چاہا، یہ نظمیں اگرچہ فنی اعتبار سے کم تر درجہ کی ہیں لیکن ان میں خطابت کی شان ملتی ہے۔ ایک خطیب کا جلال اور اس کی گھن گرج سنائی دیتی ہے۔

جنگِ عظیم کے نتیجہ میں کثیر تعداد میں لوگ جبریہ بھرتی کا شکار ہوئے، میدانِ جنگ میں کام آئے اس وجہ سے بہت سی عورتیں بیوہ ہوئیں، نہ معلوم کتنے لوگوں پر محاسبہ کی بجلی گری اور وہ خاک ہوگئے مشکوک عناصر کو جلاوطنی اور عمر قید کی سزائیں دی گئیں، ہر شخص خوف و ہراس میں مبتلا رہتا کہ نہ جانے کب اسے جیل کا پروانہ ملے یا وطن کو خیرباد کہنا پڑے۔ زہاوی نے اس کا بڑے مؤثر انداز میں

اپنی نظموں میں تذکرہ کیا الی فسنزان، رحلۃ الجندی، قتل لیلی والربیع، اس نوعیت کی اچھی نظمیں ہیں، ملک کا غریب طبقہ جس معاشی افلاس میں مبتلا تھا وہ بھی زھاوی کے اشعار کا موضوع ہے۔ سلیمۃ ودجلۃ، یا زکاۃ میں یہی جذبات ملتے ہیں، کسانوں کی زندگی جس درجہ پست تھی اور وہ جس طرح کے زراعتی نظام کے اندر جکڑے ہوئے سسکیاں لے رہے تھے اس کی کراہیں ہمیں، نکبۃ الفلاح، اشبعوا غیرہم و باتوا جیاعا، میں سنائی دیتی ہیں۔

ان کے یہ اشعار معاشی ناانصافی، کسانوں کی مفلوک الحالی اور بدترین پسماندگی کو نمایاں کرتے ہیں، ان میں اگرچہ شعری حسن نہیں ملتا لیکن انھیں پڑھ کر ہمارے انسانی جذبات میں تحریک اور مظلوم طبقہ سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔

ان من کد وا یزرعون البقاعا — اشبعوا غیرھم و باتوا جیاعا
زرع المالکون الارض غصبا — ومضی کد الزارعین ضیاعا
لیفقر الدھر الف بیت لیغنی — واحدا من افرادہ جماعا
رضی العالمون بالوھن ماوی — وابی المالکون الا الیفاعا
أنرنی یموذ بالعیش رغدا — وفرنی یکابد الاوجاعا

لیکن زھاوی یہ سمجھتا تھا کہ معاشی ناہمواری، سیاسی شعور کی کمی اور تہذیبی افلاس اس وقت تک دور نہیں ہو سکتا جب تک عوام کو جھنجھوڑا نہ جائے، انھیں جہالت کے خلاف بیدار نہ کیا جائے۔ زھاوی نے متعدد نظمیں اس موضوع پر لکھی ہیں اور اوہام وخرافات وعقائد سے مضحکہ خیز ابار جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ان پر زبردست حملے کئے ہیں، اس سلسلہ میں ایک دلچسپ لطیفہ زیات نے اپنی کتاب وحی الرسالۃ میں لکھا ہے اس سے زھاوی کی توہم کے خلاف جدوجہد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جس زمانہ میں وہ بغداد سے بحیثیت ممبر عثمانی میں پہنچا تو اس نے سنا کہ وزارت جنگ جہازوں کے بیڑے میں ختم بخاری پر زرکثیر صرف کرتی ہے، اسے یہ بات بڑی مضحکہ خیز معلوم ہوئی، چنانچہ پارلیمنٹ ہی میں اس نے کہا: "میرا خیال ہے یہ مدادوقات کے بجٹ میں ہونا چاہیے لیکن دفاع کے بجٹ میں اسے شامل کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔"

نہیں آتی کیونکہ بیڑہ تو بخار (اسٹیم) سے چلتا ہے، بخاری سے نہیں تو ممبران اس پر بہت برہم ہوئے اور عوام فساد پر آمادہ ہو گئے۔" صلا۳۶ زھاوی نے تعلیم کی خوبیاں بیان کیں آزادی وحریت کا نغمہ گایا، فرسودہ روایات سے بغاوت کا اعلان کیا، عقل کی افادیت پر غیر معمولی زور دیا، ماضی کے کارناموں کو بیان کر کے حال سے غیر مطمئن کرنے کی کوشش کی اس کے ان اشعار میں للکار کی کیفیت ہے، وہ عراقیوں کو تلقین کرتا ہے ؎

۱۵ کونوا جمیعا سادۃ لنفوسکم — فالعصر ھذا سید الاعصار
وتقدموا متواثبین لتلحقوا — بالسابقین الغر فی المضمار
لاتقبلوا فی الدین مایروونہ — الّا اذا صح فی الانظار
ان الیقین لفی المشھود جمیعہ — والشک کل الشک فی الاخبار
القوا القدیم وبالجدید تشبثوا — حتام تختالون فی الاطمار

الاوشال صـ۲۰-۲۱

زھاوی کی اس گھن گرج نے اپنے اثرات چھوڑے، اس کے نشانات کہیں منفی طور پر اور اکثر مثبت انداز میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس کی شاعری کا ایک اہم اور مضبوط رشتہ مشرق کی بیداری سے مربوط ہے۔ اس نے بیشتر عربوں کے مسائل کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کا تعلق مشرق سے بھی ہے، کیونکہ اس دور میں کم و بیش ایشیائی ممالک کو اسی قسم کے مسائل سے واسطہ تھا، ان کے غم، ان کی خوشیاں تقریباً مشترک تھیں اس لئے زھاوی کے کے افکار کا دائرہ محدود نہیں بلکہ اس نے "کان الشرق لیس لہ نعم" لکھ کر پورے مشرق کے جذبات واحساسات کی ترجمانی کی ہے، اس طرح اس کی ہمدردیاں، اس کا غم محدود معنی نہیں رکھتے بلکہ اس کا دل پورے مشرق کے لئے دھڑکتا ہے، وہ مشرق سے مایوس بھی نہیں بلکہ اس کے مستقبل کو امید بھری نظروں سے دیکھتا ہے، اس کی سیاسی بصیرت مشرق کے شاندار مستقبل کی پرچھائیاں دیکھ رہی تھی، وہ کہتا ہے ؎

۱۶ فیا غرب لا تجزع من الشرق قلبه | بایراد دعوی انک الیوم اعلم
بما اتری ان الاتقاء کعهده | یدوم وان الشرق لا یتقدم
الزعم ان الشرق یلبث صاغراً | امامک مغضوبا وانت المکرم
ولیبقی علیه هکذا متسیطراً | تمصّ دم الاموال منه وتهضم
الا صبر علیه نصف قرن فانه | سیرقی به لو ان منک یسلم
سینهض من بعد الخمول الی العلی | ویرجع مجدا اُدادسّا ویعظم

دیوان الزهاوی، جلد اول ص۱۵۱

اس کے ان اشعار میں جو فکر کام کرتی ہے اس کی بنا پر وہ دنیا کے بڑے شعراء کی صف میں جگہ پانے کا مستحق ہے، کیونکہ اس نے دنیا کے عظیم مصلحین کی طرح اپنی پوری فکری و جذباتی زندگی کو اسی لئے وقف کر دیا تھا۔ زیات نے اسی پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے: "زہاوی ہر نوع انسانی فکر کے داعیوں میں سے تھا اور اس کا شمار عرب بیداری کے ہیروؤں میں ہے" (الرسالہ ص۳۱)

زہاوی نے ایک مصلح کی طرح سماج کے اہم حصہ یعنی عورتوں کے بارے میں بھی بہت لکھا ہے، وہ عورتوں کے مسئلہ پر بھی خاصا انقلابی نقطۂ نظر رکھتا تھا، چنانچہ اس صنف کے حقوق اور اس کی حیثیت کے بارے میں زہاوی جس خیال کا حامل تھا وہ "دفاع عن المرأة" میں موجود ہے، یہ مضمون لکھ کر اگرچہ عوام و خواص کو اپنا جانی دشمن بنا لیا لیکن قابل داد جرأت کا مظاہرہ کر کے اس صنف کو مردوں کے برابر حقوق دلوانے کی پرزور تبلیغ کی، وہ پردہ کا زبردست مخالف ہے، چنانچہ کہتا ہے ؎

۱۷ اسفری فالحجاب یا ابنة فهر | هو داء فی الاجتماع وخیم
کل شیءٍ الی التجدد ماض | فلماذا یقر هذا القدیم

تعداد ازدواج کے مسئلہ پر بھی وہ عام رائے کا مخالف ہے، وہ اس دور کے سماج کا جائزہ لینے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچا تھا کہ یہ امراء کی بزم عشرت کو سجانے کا ایک قرآنی جواز ہے، بسا اوقات

سماج کو پیش نظر رکھ کر دیکھی جائے تو صحیح بھی معلوم ہوتی ہے، اس کے علاوہ وہ شادی کے مروجہ طریقہ کا بھی مخالف تھا۔ اس کا خیال تھا کہ شادیاں کفو کے صحیح تصور پر نہیں ہوتیں، اس میں نہ عورت کو آزادی ہوتی ہے اور نہ مرد ہی کو اپنی پسند کے مطابق انتخاب کا حق ملتا ہے۔ زھاوی کا خیال تھا کہ عورتیں سماج کا قابل قدر عنصر ہیں، اس کی ذہنی و اخلاقی زندگی کو ترقی کے مواقع دینا چاہیے، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب عورتیں مردوں کے دوش بدوش زندگی کی جدوجہد میں برابر کی شریک ہوں، اسی کی فکری رہنمائی کا اثر تھا کہ عراقی عورتیں تعلیم و تدریس کے میدان میں آگے بڑھیں اور ملک کے دوسرے تعمیری کاموں میں حصہ لینا شروع کیا۔

زھاوی بحیثیت مجموعی فکر و جذبہ کا شاعر ہے، فکر نے اس کے اشعار میں معنویت پیدا کی اور جذبہ نے اثر کا جادو پھونکا۔ اس کی تشکیک، اس کا تحیر، اس کی عقلیت اور اس کا اضطراب انیسویں صدی کے اندر رہنے والی روشن دماغ، بیدار مغز نسل کا ناخوشگوار سرمایہ ہے جو اپنے اندر حسن رکھتا ہے اور جس میں زبردست توانائی و برنائی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ بڑے امکانات کی حامل بھی۔

۷۔ ترجمہ: اے فہر کی لڑکی حجاب سے باہر نکل — پس وہ سماج میں بیماری ہے
ہر چیز جدت کی طرف جا رہی ہے — آخر یہ قدیم چیز کیوں باقی رہے

ترتیب وار اشعار کا ترجمہ

ص ۱

۱۔ باغ رانغ ہیں۔ ریحان و گلاب ہیں — ہر شخص مسرور ہے — سب شاداں و فرحاں ہیں
بلبل محو مسرت اور ترنم ریز ہیں — لوگ محو عیش ہیں — صرف میں ہی محروم ہوں
قافلہ دقافلے محو خرام ہیں — ۲۔ میرے آلام سال بسال بڑھتے جاتے ہیں

کیا اسی طرح میں زندگی بھر بدنصیب ہوں گا یہاں، اگرچہ بغداد نے مجھ پر زیادتی کی ہے
تو اے میری اُمید اور اے میرے خوابو تم کہاں گئے محبت کا تحفہ دیتا ہوں یہی میرے پاس ہے
جب میری موت قریب ہو گی تب میرے آلام دور ہوں گے ۴
میرے لئے سوائے موت کے اور کچھ موزوں نہیں میرا آشیانہ ویران ہوا میری تجارت تباہ ہوئی
۳ قوم کا بغض و کینہ میرے لئے بڑھتا ہی گیا سعادت نے منہ پھیر لیا بدنصیبی بڑھ گئی
بارہا میرے خلاف سازشیں کی ہیں جسارت میں کمی آگئی بازوئے صبر و استقلال کمزور پڑ گئے
متضاد المعانی ملامتیں کی ہیں طائر سعادت اڑ گئی اور فاختہ پرواز کر گئی
میری قوم صحیح راہ سے بھٹک گئی ہے اب نحوست نے ڈیرا دیا ہے اور خوش نصیبی چلی گئی

نمبر ۲

اے میرے شعر تو میرے ضمیر کی آواز ہے وہ کبھی میری مسرت اور کبھی رنج مجھ پر منکشف کرے گی
اے میرے شعر مصیبتوں کے دنوں میں تو میری گریہ وزاری ہے اور خوشی کے دن تو میری مسکراہٹ ہے
میں اور تو علیحدہ نہیں یک جان و دو قالب ہیں جو تجھے پڑھے گا وہ میری سیرت اور احساسات کو سمجھے گا
۳ تیرے کارنامے زبانوں پر جاری رہیں گے اور مخلوق میں شہرت ہو گی تیرے بعد تاریخ اسے یاد رکھے گی
بلندی و صداقت یہ چاہتے ہیں کہ جب جب تو اُن کے دشمنوں کا مقابلہ کرے تو تجھے فتح و ظفر نصیب ہو۔
تمام مسلمانوں کی نگاہیں، چاہے وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں، تیری جانب اٹھتی ہیں۔
۴ یہ ایک ظالم حکومت ہے اپنے اہواء کے مطابق انتظام کرتی ہے اور اس پر عمل پیرا ہے
چنانچہ جہلاء کو اعزاز کے ذریعہ عالی مرتبہ بناتی ہے اور عقلمند کو ذلتوں کے ذریعہ رسوا کرتی ہے
۵ وہ قوم تباہ ہو جو اپنے معاملات آمرِ مطلق کے حوالے کر دے
اے بادشاہ جو اپنے ظلم میں اسراف پر اتر آیا ہے چنانچہ نہ اُس ہی کی فراوانی ہے اور نہ عدل
کرتا ہے۔

۶ یہ بے رحم ظالم انسان ہیں پتھر پگھل سکتا ہے مگر ان کے دل نہیں پگھلیں گے۔
انہوں نے عوام سے ذریعۂ ترقی چھین لیا ہے ان کے اخلاق کے آگے شیطان بھی مات کھا جائیگا
یہ مال و دولت چھین لینے پر قانع نہیں ہیں بلکہ عورتوں کی عزتیں بھی لوٹتے ہیں۔
اے وطن افسوس ہو انہوں نے خرابی و ویرانی کا لباس تجھے پہنایا ہے۔
ان کی آنکھوں میں اہلِ وطن ذلیل ہیں ان کے آگے ملک کے انسان، انسان نہیں
اے والیوں کی حرص وطمع! خدا کی قسم تو نے ہماری ہڈیوں کے گوشت کھا لئے ہیں اور تو نے وہ نمک کھا لیا جسے کتے بھی نہیں کھاتے

۷ اے خلیفۃ المسلمین ظلم میں تخفیف کر کیونکہ ہمیں ظلم مارتا ہے اور انصاف زندگی بخشتا ہے۔
اے مالک جس کے ہاتھ میں لوگوں کے معاملات کی باگ ڈور ہے اپنی غریب رعایا پر رحم کر۔
تو اس عیش کی بنا پر جو تجھے ملا ہے ہم سے غافل ہو گیا ہے تیری راتیں روشن ہوئیں اور ہماری شب کی سیاہیاں اور گہری ہو گئیں۔
ہر علم سے ہماری جہالت نے تجھے راضی رکھا حالانکہ دوسرے لوگ اس میں کتنے میدانوں کو قطع کرکے آگے بڑھ گئے۔
تو اس بات سے راضی رہا کہ ہم اپنے مطالبات سے خوش رہے اے خلیفہ تو جس چیز سے خوش ہوتا ہے وہی ہمیں تکلیف دیتی ہے۔

۸ کاش میری ماں نے مجھے پیدا نہ کیا ہوتا یا ہوش وحواس سے پہلے مجھے موت آگئی ہوتی۔
زندگی نے جو کچھ مجھے دیا میں اس سے تنگ ہوں کیونکہ وہ میری بدبختی ہے اس میں تو موت ہی افضل ہے
مصائب نے زندگی کو تلخ بنا دیا ہے گویا اس میں اندرائن گھول دی گئی ہو۔
میں اپنی قسمت پر عتاب کرتی ہوں کیونکہ اس نے جو کچھ دیا استغفر اللہ انصاف نہیں کیا۔
پس اے موت کس چیز کا انتظار ہے آ زندگی بہت دشوار ہو گئی ہے اے نفس جان دیدے
کیونکہ زمانہ تجھ سے بخل کرتا ہے۔

۹ میں اس بھائی بغداد میں اور دونوں بے قدر ہیں ہمارے علاوہ ہر شئے اس میں باکار ہے
اگر کوئی جگہ رہنے والے کے لئے سختیاں لائے تو وہ بدترین جگہ ہے ۔
اے بادِ صبا کی نشاط و شادمانی اور میرے شباب کی سرزمین اگر مجبوریاں نہ ہوتیں تو میں تجھ سے جدا نہ ہوتا

۱۰ عنقریب ایک مہمان کی طرح بغداد سے چلا جاؤں گا کیونکہ ذلت کی جگہ میرا قیام بہت طویل ہو گیا
میں اپنے آل اولاد سے اور وطن سے رخصت ہو جاؤں گا اور مال و دولت کو خیر باد کہہ دوں گا ۔
میں نے یہاں مصیبت دیکھی اور آرام بھی نظر آیا لیکن حاسدوں اور گالی دینے والوں کی وجہ سے آرام نہیں پایا
میں نے دن رات کا سامنا کیا جو بھلے بُرے پیش آتے رہے تھے ۔
اور زندگی گذاری لیکن میری مسرتیں دیرپا نہیں رہیں پھر مسرت وہی ہے جو ہمیشہ باقی رہے ۔

۱۱ روئے زمین پر مغرب کے غلبہ کی عمر بہت دراز ہو گی اور مشرق میں اقرار و اذعان کی عمر بہت طویل ہے
مغرب نشاط کے ساتھ اپنی ضرورت کے پیچھے مصروف عمل ہے اور مشرق سستی و کاہلی میں مبتلا ہے ۔

۱۲ مغرب کو مال و دولت مشغول کئے ہوئے ہے اور مشرق کفر و ایمان میں مشغول ہے ۔
ابناء مغرب جہاں بھی گئے معزز ہوئے اہل مشرق چند کے علاوہ رسوا ہوئے ۔

۱۳ قوم بوجھل زنجیروں میں گرفتار ہے اگر حرکت کرے تو خطرہ ہوتا ہے کہیں بیٹھ نہ جائے ۔
کچھ پست جھونپڑیوں میں بسیرا کرتے ہیں اور کچھ عالیشان محلوں میں رہتے ہیں ۔
دولتمند خوشحالی کے ساتھ رہتا ہے اور غریب بھوکا رہ کر اپنے کھردرے خوابگاہ میں سوتا ہے

۱۴ جنہوں نے محنت کی وہ زمین جوتتے ہیں دوسروں کا پیٹ بھرتے اور خالی پیٹ سوتے ہیں
زمین پر غاصبانہ ملکیت رکھنے والے مستفید ہوئے اور زراعت کرنے والوں کی محنت ضائع ہوئی ۔
زمانہ نے ہزاروں گھروں کو فقیر بنایا تاکہ ایک شخص کو دولتمند بنائے ۔
مزدور نشیبی علاقہ میں پست جھونپڑیوں میں رہتا رہا اور مالک نے اونچی جگہ پر محلات تعمیر کرلیا ۔
کیا ایک فریق اسی طرح عیش کی زندگی گزارے گا اور دوسرا فریق مصائب و مشکلات برداشت کرتا رہے گا ۔

۱۵ سب کے سب اپنی ذات کے مالک بنو   کیونکہ یہ زمانہ تمام زمانوں کا سردار ہے
چھلانگ لگا کر آگے بڑھو تاکہ   جو لوگ میدان میں آ گئے ہیں انھیں پالو
دنیا کے اندر جو بھی روایت کیا جاتا ہے اسے قبول کرو   البتہ جو فکر و نظر کے معیار پر پورا اترے
بیشک یقین کی بنیاد مشاہدہ پر ہونی چاہیئے   خبر کا درجہ ثانوی اور مشکوک ہے
قدیم لباس کو اتار پھینکو اور جدید کو زیب تن کرو   کب تک پرانے کپڑوں میں اتراتے پھروگے

۱۶ اے مغرب مشرق کے دل کو اس دعویٰ کے ذریعہ مجروح مت کر کہ تو آج زیادہ دولتِ علم سے بہرہ یاب ہے
تو کس بنیاد پر سمجھتا ہے کہ تیرے ارتقار کا دور دوامی ہے   اور مشرق آگے نہیں بڑھے گا
کیا تیرا ایمان ہے کہ مشرق تیرے سامنے اسی طرح ذلیل اور مغضوب کھڑا رہے گا جب کہ تو معزز ہو
اور تو اسی طرح اس پر غالب رہے گا   خون چوستا رہے گا اور ظلم کا بازار گرم رکھے گا
نصف صدی تک صبر کر   کیونکہ   اس کے بعد اگر مجھ سے محفوظ رہا تو ترقی کرے گا۔
گمنامی کے بعد بلندی پر جائے گا   اور مٹے ہوئے پرانے مجد و شرف کو دوبارہ زندہ کرے گا

کنوز القرآن

شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے استاد جناب قاضی مظہرالدین احمد صاحب بلگرامی نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ جس میں موصوف نے تقریباً ۷۰ عنوانات کے تحت قرآن کریم کی اہم چھوٹی چھوٹی سورتوں اور متعدد چھوٹی بڑی آیتوں کا اردو اور انگریزی میں ترجمہ اور تشریح کی ہے۔

یہ کتاب انگریزی داں طبقہ کے لئے جو اسلام اور اس کے احکام کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے بے حد مفید ہے۔

قیمت دو روپے پچاس نئے پیسے غیر مجلد دو روپے

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶